افریقی افسانے اور خورشید اقبال

(اِک شب آوارگی کی روشنی میں)

فیروز عابد

’اک شب آوارگی‘ افریقی کہانیوں کا مجموعہ ہے۔اس کتاب کے مترجم خورشید اقبال ہیں۔قبل اس کے کہ ہم اس کتاب کے سلسلے میں کچھ کہیں، اس کتاب کے مترجم خورشید اقبال کا مختصر سا تعارف پیش کر دیں۔خورشید اقبال، ہوسکتا ہے ادبی دنیا کے لئے بہت معروف نام نہ ہو لیکن خورشید اقبال کی اردو دوستی اور ان کے کارنامے ان گنت نام نہاد اردو کے جانے پہچانے ادیبوں سے کہیں زیادہ قابل تحسین اور قابل ذکر ہیں۔

۲۰۰۱ء میں خورشید اقبال نے اردو دوست ڈاٹ کوم کے نام سے ایک ویب سائٹ بنائی جو آج اردو کی چند بڑی اور مقبول ویب سائٹوں میں سے ایک ہے۔اسی ویب سائٹ پر انہوں نے دنیا کا پہلا آن لائن اردو ماہنامہ ’کائنات‘ جاری کیا۔یہ فخر ہندوستان کے شہر کولکاتا کے ایک علاقے جگتدل کو حاصل ہے۔خورشید اقبال نے اپنے اس آن لائن ماہنامے کے ذریعہ علاقائی، ملکی اور غیر ملکی اردو ادیبوں کا تعارف اپنے آن لائن قارئین تک پہونچایا۔اس کی بے حد پذیرائی بھی ہوئی۔خورشید اقبال نے قومی کونسل برائے فروغ اردو، حکومت ہند کے رسالے ’اردو دنیا‘ کے لئے دو برسوں تک اردو کمپیوٹر سکھانے کا درس بھی دیا۔

وہ مسلسل انگریزی ادب سے استفادہ کرتے رہے اور دنیا کی مختلف زبانوں کی کہانیوں کے تراجم سے ’کائنات‘ کے آن لائن قارئین کو دوسری زبانوں کے ادیبوں کی تخلیقات سے استفادے کے مواقع فراہم کرتے رہے۔

ابھی حال ہی میں خورشید اقبال کی افریقی کہانیوں میں سے تین کہانیاں ’اک شب آوارگی‘، ’خادمہ‘ اور ’وہ آدمی‘ روزنامہ ’آزاد ہند‘ کلکتہ کے ادبی میگزین ’آئینہ‘ کے ۱۶؍ دسمبر ۲۰۱۲ء کے شمارے میں شائع ہوئی ہیں۔

ہر دور میں کلکتہ (مغربی بنگال) کو کسی نہ کسی میدان میں اولیت اور مرکزیت حاصل رہی ہے۔آن لائن ماہنامہ ’کائنات‘ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔اور آج بارہ برس بیت جانے کے بعد بھی اس کی اولیت برقرار ہے۔پوری دنیا میں اردو کے ان گنت آن لائن رسائل موجود ہیں لیکن وہ سب کے سب سہ ماہی ہیں جیسے ’سلام اردو‘، ’شعر و سخن‘، ’دستک‘ اور ’اردو سخن‘ وغیرہ۔خورشید اقبال مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس ماہنامے کو زندہ رکھا ہے۔مقاصد زندگی کے صالح اقدار اور صحت مند ادبی رویوں پر ان کا یہ آن لائن ’کائنات‘ مبنی ہے۔

درج بالا جملے میں نے صرف اس لئے عرض کئے کہ خورشید اقبال کی ادبی پیش رفت کی جانکاری ان قارئین کو بھی ہو جائے جو فرصت کے اوقات کتابوں سے الگ ہٹ کر آن لائن میگزین سے لطف اندوز ہونا اور استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔

’اک شب آوارگی‘ کے مطالعے سے آپ خورشید اقبال کی ذہانت اور ان کی ادبی کاوشوں کا اندازہ لگا سکیں گے۔کتاب کے فلیپ پر علی احمد فاطمی، حقانی القاسمی اور کتاب کی پشت پر معین الدین جینابڑے کے مختصر مگر جامع تاثرات ہیں۔اندرون کتاب ’جدید ادب‘ جرمنی کے مدیر حیدر قریشی، نوجوان اسکالر معید رشیدی اور فیاض احمد وجیہہ کے ’کالے لفظوں کا اجالا‘ اور ’کالے بدن کی کتھا‘ کے زیر عنوان پر مغز مضامین ہیں۔

افریقی کہانیوں کے مترجم خورشید اقبال نے عرض حال کے زیر عنوان سات صفحات میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے اتفاق کرتے ہوئے ان

کے اس عرض حال سے یہ جملے پیش کررہا ہوں:

کسی بھی ملک کے ادب میں اس ملک کے سماج کی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ جب آپ یوروپی اور امریکی افسانے اور ناول پڑھتے ہیں تو ان میں آپ کو چمچماتی ہوئی کاریں، فلک بوس عمارتیں، فائیو اسٹار ہوٹلز، کیبرے ڈانس اور کڑکڑاتے ہوئے ڈالرنظر آتے ہیں، مگر یہ حیرت کی بات نہیں۔ درحقیقت یہی وہاں کا سماج ہے۔

لیکن اس کے برعکس جب آپ افریقی افسانے پڑھتے ہیں تو ان میں آپ کو بھوک سے بلکتا ہوا بچہ دکھائی دیتا ہے، مجبوری میں خود کو فروخت کرتی ہوئی عورت دکھائی دیتی ہے، روزی روٹی کے لیے پریشان حال مرد، دکھائی دیتا ہے، اور الجھنوں میں شکار نوجوان نظر آتا ہے۔ ان کہانیوں میں توہم پرستی، جہالت، کرپشن اور بغاوتیں ہیں۔ انقلاب اور حکمرانوں کا ظلم ہے۔ عوام کی بے بسی ہے......اور ان سب ساتھ ساتھ بہتر کل کی امید بھی ہے۔

اس کتاب میں ۱۳/افریقی افسانے شامل ہیں۔ تنزانیہ، موزمبیق، جنوبی افریقہ، زنجیبار، نائجریا، کانگو، مالاوی، مصر اور سوڈان کی یہ کہانیاں افریقی ادیبوں کی ہیں لیکن دوسری قرأت کے بعد یہ ساری کی ساری کہانیاں خورشید اقبال کی لگتی ہیں۔ کہانیوں کا اتنا خوبصورت ترجمہ میری نظر سے تو بہت کم ہی گزرا ہے۔ کسی ایک زبان سے کسی دوسری زبان میں کسی ادب پارے کو منتقل کرنا بہت مشکل ہے۔ کبھی کبھی دانتوں پسینہ آجاتا ہے۔

خورشید اقبال لائق صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے بہت کامیاب، عمدہ اور شگفتہ ترجمہ کیا ہے۔ بقول خورشید اقبال:

''دراصل میں نے ہر جملے کو اردو میں ترجمہ نہیں کیا بلکہ Re-write کیا ہے''۔

نوجوان اسکالر معید رشیدی کا یہ بیان اہمیت کا حامل ہے:

''بڑی بات یہ ہے کہ انھوں نے ترجمے کا عام ڈھب اختیار نہیں کیا۔ مکھی پر مکھی بٹھانے سے تو اچھا ہے کہ کوئی اور پیشہ اختیار کیا جائے۔ تخلیق کی طرح ترجمہ بھی سنجیدگی کا تقاضا کرتا ہے۔ اور اگر معاملہ ادبی تخلیق کے ترجمے کا ہو تو یقیناً یہاں بھی خون پانی کرنا پڑتا ہے۔ ترجمہ ہو بہو ممکن ہی نہیں۔ تخلیقی زبان ٹھوس نہیں، سیال ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معنی ہاتھوں سے پھسل پھسل جاتا ہے''۔

معید رشیدی کے اس بیان کی صداقت کو نظر میں رکھتے ہوئے مترجم خورشید اقبال کے 'عرض حال' سے یہ جملے اس لئے پیش کروں گا کہ انہوں نے ان تیرہ افسانوں کے ترجمے کا کام ایک یا دو دن میں نہیں تقریباً تین برسوں کی ریاضت کے بعد کیا ہے۔

''ترجمہ کرتے وقت میں نے خاص طور پر اس بات کا خیال رکھا کہ پڑھتے وقت قاری کو ترجمے کا احساس نہ ہو، البتہ اسے ایسا لگے جیسے وہ اوریجنل افسانہ پڑھ رہا ہے، کیوں کہ کسی بھی زبان کے ادب کو جب دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے تو اس کی اپنی روح ختم ہو جاتی ہے اور ایک نوع کا بوجھل پن اس پر حاوی ہو جاتا ہے، اور میں یہی نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے ہر جملے کا ترجمہ کرتے وقت میں بس یہ سوچتا تھا کہ اگر میں نے خود اس افسانے کی تخلیق اردو زبان میں کی ہوتی تو اس جملے کو کس انداز میں لکھتا۔''

ایک سوال یہ بھی ذہن میں ابھرتا ہے کہ خورشید اقبال نے افریقی افسانوں کا ترجمہ کیوں کیا؟ اس سے قبل میں یہ عرض کر چکا ہوں کہ خورشید اقبال کا 'اردو دوست ڈاٹ کوم' پر جاری ہونے والا رسالہ 'کائنات' اردو کا اولین آن لائن ماہنامہ ہے۔ انہوں نے انٹرنیٹ کا استعمال صرف اپنے جریدے کے لئے نہیں کیا بلکہ ملکی اور غیر ملکی ادب سے اپنے لئے استفادے کی راہ بھی کھولی۔ افریقی افسانوں کے مطالعہ کے بعد انہیں احساس ہوا کہ اردو

کی عالمی بستی میں افریقی کہانیوں کا قحط کیوں ہے جب کہ افریقی زبان میں اچھی کہانیاں لکھی جا رہی ہیں۔افریقی افسانوں،شاعری اور ادب کے سلسلے میں ہمارا رویہ اتنا سرد اور بے اعتنائی کا کیوں ہے؟ افریقہ تو خیر سے تاریک براعظم کہلاتا ہے لیکن کیا ہندوستان کے اسّی فیصد لوگ گاؤں میں نہیں رہتے؟ کیا ہندوستان کے ہر گاؤں کا منظر نامہ ایک ہے یا پھر ایسے ان گنت گاؤں ہندوستان میں بھی ہیں جہاں افریقہ کے ۵۴ ممالک میں آباد گاؤوں سے بھی بری حالت ہے۔جہاں آج بھی لوگ بانس کی تیلیوں سے پنجرے بنا کر چوہے پکڑتے ہیں اور انہیں کھاتے ہیں۔کسانوں کی خودکشی عام ہے۔ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ ادب کی تخلیق کیا تاریک راتوں کی بے چین شب بسری یا رات میں تھوڑے سے آرام کے بعد دن بھر کی جستجو جس کا سلسلہ بھوک، پیٹ، اناج اور پانی سے ہے،نہیں ہوسکتی؟ ذلت، رسوائی اور تاریکی میں ڈوبے اس براعظم میں تبدیلیاں آئی ہیں لیکن زندگی آج بھی آسودہ نہیں اور حالات بہتری کی طرف لوٹنے کے بعد بھی سیاسی الٹ پھیر کے ہتھے چڑھ رہے ہیں۔لیکن ان تمام بنتے بگڑتے حالات میں افریقی ادب تاریکی کی کوکھ سے جنم لے رہا ہے اور اس میں اتنا دم خم ہے کہ وہ افسانوں کے قارئین کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لے۔

بقول حقانی القاسمی:

''خورشید اقبال نے افریقہ کی تخلیقی حسیت ،اساطیر،نسلی مقامی روایات و اقدار سے نہ صرف روشناس کرانے کی کوشش کی ہے بلکہ افریقہ کے تاریک جنگلوں میں تخیل اور تخلیق کی بکھری ہوئی روشنیوں کو سمیٹ کر اردو کی تخیلی ثروت کو منور کیا ہے۔''

فیاض احمد وجیہہ نے تو تیرہ افریقی کہانیوں کے اردو ترجے کو 'خورشید بدن' کا نام دیا ہے۔وہ کہتے ہیں:

''اک شب آوارگی، کی تخلیقی تپش کو میں ایک قاری کی حیثیت سے خوش آمدید کہتا ہوں۔بعض افسانے تو ایسے ہیں کہ منٹو کے متون کا چہرہ ہماری نگاہوں میں پھرنے لگتا ہے۔''

کہانیوں سے کچھ اقتباس ملاحظہ کریں:

M.G.Vassanji تنزانیہ کے افسانہ نگار ہیں۔ان کی کہانی 'اڑان' سے ---------

''میں کیسے بیان کروں۔''اس نے لکھا تھا''ہوائی جہاز سے نظر آنے والا منظر......میلوں میل تک پھیلے سلیقے سے سجے کھیت......جیسے زمین کو خوبصورت سبز مربعوں میں تقسیم کر دیا گیا ہو، یہاں تک کہ پہاڑ بھی صاف اور مہذب۔اور لندن،اوہ لندن ایسا لگتا ہے، جیسے اس شہر کا کوئی آخری سرا ہے ہی نہیں......مکانات کے ان گنت بلاک، چوراہے، پارک، یادگاریں کیا کوئی شہر اس سے بھی بڑا ہوسکتا ہے......اس ایک بڑے شہر میں ہمارے شہر دارالسلام جیسے کتنے ہی شہر سما جائیں گے......۔''

B.L.Honwana موزمبیق کا افسانہ 'پاپا،سانپ اور میں' سے یہ اقتباس---------

بستر زرد چاندنی میں نہایا ہوا تھا اور اپنی عریاں جلد پر چاندنی کا ٹھنڈا لمس بہت بھلا لگ رہا تھا۔نہ جانے کیوں ......اچانک سارٹینا کے وجود کی گرمی میرے احساس میں رینگ آئی......کئی منٹ تک میں اس کے خیالی وجود کو اپنی بانھوں میں سمیٹے رہا......میں اسے اپنے ساتھ لیے سو جانا چاہتا تھا،تاکہ کتے اور سانپ میرے خوابوں میں داخل نہ ہوسکیں۔

Tololwa Marti Mollel کی کہانی 'اک شب آوارگی' کا یہ اقتباس----------

میکا نے دروازہ کھولا اور تیز،مضطرب قدموں سے چلتا ہوا باہر نکل گیا۔جھونپڑیوں کے چھپروں پر پڑنے والی سورج

کی اولین کرنیں اور چولھوں سے اٹھنے والے دھوئیں کے مرغولے ایک نئے دن کی شروعات کا اعلان کر رہے تھے۔

David Owoyele نائجیریا کے افسانہ نگار ہیں۔ان کی کہانی ’اللہ کی مرضی‘ کا یہ حصہ --------

’’جو بھی ہو......تمھارے لیے یہ اتنا برا بھی نہیں تھا........خبیث کہیں کے۔‘‘سُو لے نے بڑی مشکل سے کہا’’یہ تمھاری زندگی کا اختتام ہے.........لیکن تمھیں پتا ہونا چاہیے کہ تم جیسوں کی زندگی کا ایک نہ ایک دن ایسا ہی اختتام ہوتا ہے......تم سڑے ہوئے کتے۔‘‘اس نے ایک بڑی گہری سانس لی۔’’آہ......!‘‘اس نے آخری سانس لیتے ہوئے کہا’’اللہ کی مرضی پوری ہو کر رہتی ہے..........بارش تیزی سے ہو رہی تھی۔‘‘

مختلف کہانیوں کے یہ اقتباسات اس بات کا کھلا اظہار ہیں کہ خورشید اقبال نے ان تیرہ کہانیوں کا لغوی ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ ان کہانیوں کا مطالعہ انہوں نے نہایت سنجیدگی سے کیا ہے اور ان کہانیوں کے متن کو اپنے اندر اتنا جذب کیا کہ افریقی کہانیاں خورشید اقبال کی تخلیق لگنے لگیں۔

افریقہ آج بھی تاریک براعظم کہلاتا ہے۔آج بھی لوگ واہمے کا شکار ہیں۔آج بھی ان کا استحصال مذہب (قبائل) کے رسم و رواج کے پس پردہ کیا جا رہا ہے۔

۱۷۸۹ء میں فرانس میں انقلاب آیا تھا۔عوام بھوک سے پریشان تھے۔روٹی روٹی کو ترس رہے تھے۔بادشاہ لوئی سولھویں کی بیوی ملکہ میری اینٹی نیوٹ اپنا ڈانس ہال سجوا رہی تھی۔بھوکے عوام محل سے قریب روٹی روٹی چلا رہے تھے۔تب ہی ملکہ نے محافظوں سے پوچھا------- یہ روٹی روٹی کیوں چلا رہے ہیں؟------ اگر روٹی نہیں مل رہی ہے تو کیک کیوں نہیں کھاتے؟

یہ سچائی فرانس کی ہے۔جہاں روسو اور والٹیر جیسے فلاسفر ادیب پیدا ہوئے تھے۔

افریقہ تاریک ہے لیکن امید کی روشنی سے نئے دور کا آغاز ہو گیا ہے......کہانیاں لکھی جا رہی ہیں۔ادب تخلیق ہو رہا ہے۔

خورشید اقبال نے تاریک افریقہ سے کچھ جگنو چنے اور انہیں اپنی زبان، اپنے انداز اور اپنی کتھا میں پیش کیا جو بہت موثر ہیں اور دل میں جگہ پانے کے لئے کسی تعارف کے محتاج نہیں۔

کہانیوں کے ساتھ انہوں نے ایک اور بڑا کام کیا ہے جو اس کتاب میں شامل ہے یعنی خصوصی مطالعہ کے تحت افریقی ادب پر ایک اجمالی نظر ڈالی ہے۔انہوں نے ۷۵ صفحات پر مشتمل افریقی ادب کا مطالعہ پیش کیا ہے۔مختلف عنوانات اور ذیلی عنوانات کے تحت اجمالی ہی سہی افریقی ادب کے حوالے سے جامع معلومات فراہم کئے ہیں۔

شمالی افریقہ، جنوبی افریقہ اور ان کا زبانی ادب، نوشتہ ادب، نوآبادیاتی نظام سے قبل، دوران اور بعد کا ادب.....اس کے علاوہ انگریزی، فرانسیسی اور پرتگالی زبانوں نوشتہ افریقی ادب، کئی معتبر حوالوں سے مصری افریقی ادب۔خورشید اقبال نے اپنے مضمون میں سینکڑوں برسوں کی غلامی، پھر نوآبادیاتی نظام، نسلی منافرت، بغاوتیں، احتجاج، کالوں کی کالوں پر حکومت اور گوروں سے بھی زیادہ ان کے مظالم، کمزور حکومتیں، لوٹ مار، چوری، ڈکیتی، مذہبی استحصال اور طلبہ کے ہنگامے.....خوشحالی مگر کیسی؟...........قنوطیت کے شکار لوگ اور اسی قنوطیت کے درمیان جنم لیتا ہوا جدید افریقی ادب!

خورشید اقبال نے نہایت ہنرمندی، خوبصورتی اور محنت سے ان تیرہ افسانوں کا ترجمہ کیا ہے اور ان افسانوں کو حوالہ بنا کر یہ گراں قدر مضمون لکھا ہے۔جس سے بہت کچھ جانکاری حاصل ہو جاتی ہے۔تیرہ کہانیوں کے بارہ کہانی کاروں کا مختصر تعارف بھی انہوں نے ان کی تصویروں کے ساتھ شامل کتاب کیا ہے۔ان کا یہ کہنا ہے کہ انہوں نے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے۔

ابھی افریقی ادب Oral Literature ،Written Literature ،Precolonial and post colonial literature کے حوالے سے مزید مطالعہ چاہتا ہے۔تشنگی باقی ہے۔ہم اور ادب کے سنجیدہ قارئین کو انتظار رہے گا کہ خورشید اقبال اور افریقی کہانیوں کے

ترجمے کریں اور ان کہانیوں کے حوالے سے روشن افریقہ کی بشارت دیں۔

☆☆☆☆

مطبوعہ
روزنامہ اخبار مشرق، کلکتہ
۳/ فروری ۲۰۱۳ء

Feroze Abid,
Baitul Qasim, 12/3/H/1 Patwar Bagan Lane, Kolkata 700009, India